فقہ اسلامی میں جاوید احمد غامدی کے متجددانہ افکار کا جائزہ

A Review of Javed Ahmed Ghamdi's Modern Thoughts in Islamic Jurisprudence

Dr. Haq Nawaz
Alumni, Department of Islamic Thought and Civilization
University of Management and Technology, Lahore
Email: drhaqnawaaz@gmail.com
ORCID: https://orcid.org/0009-0001-9925-9658
Ameer Maviya
PhD Scholar, Department of Islamic Studies
The University of Lahore
Email: ameermoavia1987@gmail.com
Muhammad Amir Dehelvi
PhD Scholar, Department of Islamic Studies
The University of Lahore
Email: dostpthan@gmail.com

Abstract
Javed Ahmad Ghamdi's trends are the continuation of Farahi's thought. Therefore, Javed Ahmad Ghamdi describes his efforts as Maulana Islahi's training. First of all, he distinguishes between Shariat and Fiqh. According to him, religion has two components, one part consists of wisdom and the other part consists of these moral principles and rules in the form of code. Jurisprudence also has two parts. The first part is the one in which the Shari'ah is interpreted, while the second part is the opinion of the jurists in matters of ijtihad. Therefore, according to him, the matter in which there is the command of Allah and the Messenger is the Shariah, and if any matter is ijtihad, then it is jurisprudence. According to Ghamdi, the right of ijtihad belongs to every expert who can speak with argument.If there is weight in the argument, it will be accepted, otherwise it will be abandoned Scholars will decide what is right and what is wrong. According to him, every human being can do ijtihad in every matter. There is no special qualification requirement. In the matter of ijtihad qualification, Ghamdi has a different opinion from Maulana Amin Ahsan Islahi. Mr. Ghamdi is also convinced of innovation in Argument style. According to him, rules can be made if there is a need for ijtihad. He says that the first rules were also made by humans. Therefore, there is no harm in creating new principles. He calls for revision of the ancient principles according to the requirements of the present age. It is very important to be familiar with the Arabic language while reasoning from the Holy Quran.. In this way, it is necessary to know the principles of jurisprudence. General principles should be understood from the Holy Qur'an, then these principles should be applied. The Qur'an cannot be abrogated by the hadith. Rather, Naskh does not happen at all. Ghamdi also differentiates between Hadith and Sunnah. Ghamdi's point of view about ijtihad is

that if there is no clear guidance from the Qur'an and Sunnah about a real problem, we can use
intellect in this matter. Qiyas is a method of ijtihad, while consensus is the gathering of people on ijtihad or on a taweel, which can happen at any time.
Keywords: Quran, sunnat, Ijtihad, Effort, ancient, contemporary, jurists, Sharia, Farahi's thought, present era، Javed Ahmad Ghamdi, ijma

فکری جمود کسی بھی قوم کی ترقی کیلئے انتہائی مضر ہے۔ مگر اس سے کہیں زیادہ مضر وہ حرکت ہے جہاں اپنی اصل کو چھوڑ کر اغیار کی پیروی کی جائے۔ حقیقت میں یہ عمل ترقی نہیں بلکہ تنزلی ہے۔ حقیقی ترقی اپنے اصل کو باقی رکھتے ہوئے ترقی کا سفر طے کرنے میں ہے۔ امت مسلمہ میں بھی ایک ایسا طبقہ موجود ہے جو ہر حال میں "ترقی و حرکت" کا خواہشمند ہے۔ قطع نظر اس بات کے کہ وہ سفر شاہراہِ اسلام پر ہو یا اسلام مخالف پر، یہ طبقہ قرآن و سنت کی تعبیر نو کا خواہشمند ہے اور روایت اور قدیم رجحانات کو مکمل طور پر تجدد، ماڈرن ازم اور روشن خیال کی جدید تعبیر سے بدلنا چاہتا ہے۔ یہ بات بظاہر سادہ نظر آتی ہے مگر حقیقت میں یہ رجحان اپنے اسلاف سے مکمل ہٹا کر شعوری یا غیر شعوری طور پر اغیار کی تقلید کی دعوت دے رہا ہے۔ اس طبقہ کو مغربی فکر نے بہت متاثر کیا ہے۔ ان کے مطابق ماضی کی ہر چیز کم تر اور حال کی ہر چیز قابل قدر ہے۔ ترقی کے لئے لازم ہے کہ جدیدیت کے نام پر ہر قدیم چیز کو بدل دیا جائے۔ ان کے مطابق مسلمان اپنی تاریخ کے مختلف ادوار میں اپنے معاشرتی نظاموں کے انفرادی واجتماعی تجربات کو خلط ملط کر چکے ہیں۔[1]

اس عنوان کے تحت آنے والی ایک شخصیت کا نام جاوید احمد غامدی ہے۔ جنہوں نے نئے پیش آمدہ مسائل کو حل کرنے کے لئے جدت پسندی کا مظاہرہ کیا۔ اس مضمون میں انکے رجحانات کا جائزہ لیا جائے گا۔ جاوید احمد غامدی کے رجحانات فکر فراہی کا تسلسل ہیں۔ چونکہ مولانا امین احسن اصلاحی بھی اپنی کاوشوں کو مولانا حمید الدین فراہی کی تربیت کا اثر قرار دیتے ہیں اور غامدی صاحب اپنی کاوشوں کو مولانا اصلاحی کی تربیت قرار دیتے ہیں۔ اس لئے ان تینوں حضرات کے رجحانات کہیں نہ کہیں اصولی اعتبار سے متفق نظر آتے ہیں۔

شریعت اور فقہ میں فرق

سب سے پہلے تو غامدی صاحب شریعت و فقہ میں فرق بیان کرتے ہیں۔ ان کے بقول اللہ تعالیٰ نے ہمیں دین دیا ہے اس دین کے دو اجزاء ہیں۔ جن کو قرآن پاک میں بیان کیا گیا۔

1۔ الحکمہ: اس میں ایمان اور اخلاقیات کی مباحث ہیں۔ ایمان باللہ ایمان بالرسالۃ، قیامت سب ایمانیات اسی میں سے ہیں۔ اسی طرح بتایا گیا کہ اعلیٰ اخلاقیات بعثت کا مقصد ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا۔

بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ۔[2] یعنی مجھے اچھے اَخلاق کی تکمیل کے لئے مَبعُوث کیا گیا ہے۔

قرآن پاک بھی بنیادی اخلاقیات کی تعلیم دی گئی ہے۔

2۔ دوسرا حصہ وہ ہے جس میں ان اخلاقی اصولوں اور احکام کو ضابطہ کی شکل میں مرتب کیا گیا۔ مثلاً جب کہا جائے کہ بدکاری نہیں کرنا چاہیے۔ بری چیز ہے۔ یہ اخلاقی تعلیم ہے۔ لیکن جب کہا جائے جو بدکاری کرے گا اس پر یہ سزا ہے اس پر قانون بتایا یہ دوسری چیز ہے۔ اس قانون والے حصہ کو شرع کہا جاتا ہے۔ شریعت، الکتاب اور اردو میں لفظ قانون ایک ہی معنی رکھتے ہیں۔ قرآن کہتا ہے ہم نے آپ کو الحکمہ اور الشریعہ (الکتاب) دی ہے۔ اب اس کی کئی صورتیں ہیں، استحباب فرض حرام وغیرہ۔ یہ شریعت ہے۔ اب اس شریعت پر عمل کرتے ہوئے بسا اوقات لگتا ہے کہ کسی چیز کا جواب نہیں دیا گیا۔ اس کا جواب بھی قرآن پاک نے دیا کہ کچھ چیزوں کو ہمارے تدبر کے لئے چھوڑ دیا۔ اسی طرح ایک صورت ہے کہ حکم اجمالی دیا گیا اس کی تفصیلات آپ پر چھوڑ دیں۔

اس پر دو مثالیں 1۔ وامرھم شوری بینھم کا اجماعی نظم ان کے مشورے پر چھوڑ دیا گیا ایک چیز واضح ہے کہ سب کی رائے برابر ہوگی۔ پھر ان کا نظم قائم ہوگا حکومت قائم ہوگی۔ جو رائے سے محروم ہوگا ختم ہو جائے گا۔ کہیں نزاع ہو جائے تو اکثریت کی رائے پر عمل کریں گے۔ فقہ کے دو حصے ہیں۔ 1۔ وہ حصہ جس میں شریعت کی تاویل کی جاتی ہے۔ 2۔ دوسرا وہ حصہ جس میں اجتہادی معاملات میں فقہاء رائے دیتے ہیں۔ تو میرے نزدیک جس سلسلہ میں اللہ اور رسول کا حکم موجود ہے وہ شریعت ہے لیکن اگر کوئی اجتہادی معاملہ ہے تو اس کو فقہ کہا جائے گا۔[3]

غامدی صاحب کے بقول ایمانیات وعقائد کا تعلق حکمت کے ساتھ ہے حلال حرام وغیرہ جو قرآن وسنت میں بتائے گئے اسی طرح قوانین وغیرہ، ان کا تعلق شریعت سے ہے اور فقہ محض اجتہادی معاملات کا نام ہے اس بحث سے معلوم ہوا کہ انھوں فقہ کے دائرہ کو بہت محدود کر کے محض غیر منصوص مسائل سے جوڑ کر فقہ کی اہمیت کم کر دی اور فقہ کو اجتہاد تک محدود کر دیا۔ اب گویا کہ ان کے ہاں اجتہاد اور فقہ ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔

اجتہاد کی اہلیت

غامدی صاحب کے نزدیک اجتہاد کا حق ہر اس ماہر علم کو حاصل ہے جو دلیل سے بات کرنا چاہتا ہو۔ اگر دلیل میں وزن ہوا تو بات قبول کر لی جائے گی ورنہ چھوڑ دی جائے گی لکھتے ہیں

"علم و استقلال نہ کسی گروہ کی میراث ہے اور نہ کسی دور کا خاصہ۔ اگلوں کو اگر ایک اصول بنانے کا حق تھا تو ہمیں دلائل کے ساتھ اس کے ابطال کا بھی حق ہے۔ تنقید سے بالاتر اگر کوئی چیز ہے تو وہ قرآن وسنت ہیں اور ان کی تعبیر و تشریح کا حق ہر اس شخص کو حاصل ہے جو اپنے اندر اس کی اہلیت پیدا کرے۔[4]

غامدی صاحب مجتہد کی صحت و غلطی کو اہل علم پر چھوڑتے ہیں کہ جب کام اہل علم کے سامنے آئے گا صحت و غلطی کا فیصلہ خود بخود ہو جائے گا۔ اس پر وہ امام شاطبی کا حوالہ دیتے ہیں کہ ان کے نزدیک اجتہاد کا فر بھی کرتا ہے اگر

اس کا بھی اجتہاد صحیح ہو تو مان لیں گے غلط ہو تو رد کر دیں گے۔

امام شاطبی لکھتے ہیں۔

وقد اجاز النظار وقوع الاجتهاد في الشريعه من الكافر المنكر لوجود الصانع والرساله والشريعه اذا كان الاجتهاد انما ينبئ عن مقدمات تفرض صحتها كانت كذلك في نفس الامر اولا وهذا اوضح فى اطناب فيه۔[5].

غامدی صاحب مثال کے ذریعے یہ بات سمجھاتے ہیں کہ آج کل رائج ٹریفک قوانین غیر مسلموں کے بنائے ہوئے ہیں۔ مگر ہم ان کی پیروی کرتے ہیں کیونکہ ہمارے مطابق وہ درست ہیں۔ یہ ایسا غیر محتاط نظریہ ہے کہ جس کو اگر قبول کر لیں تو اجتہاد کا دروازہ غیر ضروری طور پر کھل جائے گا۔

کیا اجتہاد کرنے کے لئے کسی خاص علمی قابلیت کا ہونا ضروری ہے؟

جاوید احمد غامدی اس سوال کے جواب میں کہتے ہیں کہ ہر انسان ہر معاملہ میں اجتہاد کرتا ہے۔ سمت قبلہ کی تعیین ،سفر کے دوران جب تعیین کے لئے کوئی آلات نہ ہوں تو ہر بندہ اجتہاد ہی کرتا ہے ،جس کو تحری کہا جاتا ہے۔ اجتہاد ہر ایک کرتا ہے ہاں اگر غلط ہو گا تو کوئی صاحب علم توجہ دلائے گا بعض معاملات وہ ہوتے ہیں جن کا تعلق دین کے علم سے نہیں ہوتا مثلا کاروباری معاملات مارکیٹ کے معاملات ان میں کسی دین کے حکم کا اطلاق کرنا ہے تو عین ممکن ہے کاروباری بندہ زیادہ بہتر طریقے سے وہ مسئلہ حل کر سکے۔ اس میں بنیاد بندے کی دیانت داری ہے۔ دیانت دار آدمی خود سمجھتا ہے کہ میں اس چیز کی اہلیت نہیں رکھتا۔ ایسے موقع پر اجتہاد ہوا اور پانی کی طرح ضروری ہے۔ ہاں البتہ اس اجتہاد کا دلیل کی روشنی میں جائزہ نہیں لیا جائے گا۔[6]

اجتہاد کی شرائط میں غامدی صاحب کا مولانا امین احسن اصلاحی سے اختلاف

مولانا امین احسن اصلاحی مجتہد کے لئے ان شرائط کو تسلیم کرتے ہیں جو اس حوالہ سے لگائی گئیں۔ وہ کہتے ہیں کہ لوگوں کا یہ کہنا غلط ہے کہ اتنی کڑی شرائط نہ ہوں کہ اجتہاد کا دروازہ بند ہونے کا خدشہ ہونے لگے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ شرائط درست ہیں جس طرح دنیا کے ہر کام کے لئے اس کی صلاحیت کا ہونا لازم ہے اسی طرح اجتہاد کے لئے ضروری ہے۔ وہ کہتے ہیں کیا ایسے لوگوں کو اجتہاد کی اجازت دے دیں جس کی علمیت کا حال یہ ہو کہ وہ قرآن وحدیث میں فاعل اور مفعول کی تمیز نہ کر سکے اور سیرت کا یہ عالم ہو کہ دو لوگ بھی اس پر اعتماد کرنے والے نہ ملیں۔ مولانا کے نزدیک اجتہاد کی جتنی بھی ضرورت ہو ان لوگوں کے حوالے یہ اہم معاملہ نہیں کیا جا سکتا۔[7].

مزید یہ بھی کہتے ہیں کہ اجتہاد کی شرائط میں سیرت کی بہت اہمیت ہے کیونکہ اگر آدمی کا اخلاق قابل اعتماد نہ ہو تو دنیا اس کے کسی معاملہ پر بھروسہ نہیں کرے گی۔چہ جائیکہ دین کے معاملہ میں اس پر بھروسہ کیا جائے کہ جس پر ہماری دین اور دنیا دونوں کی کامیابی کا مدار ہو۔ مزید لکھتے ہیں۔

'اس زمانہ میں جو لوگ اجتہاد کے مدعی بن کر کھڑے ہوتے لوگوں کی نگاہوں میں نہ ان کے علم نہ ان کے تقویٰ کا۔ لوگ مجتہد کے اندر امام ابو حنیفہ، امام مالک امام احمد بن حنبل اور امام شافعی کی سیرتوں کے پر توڈھونڈتے ہیں اور امام دین تیمیہ عزیمت اور شاہ ولی اللہ کا تقدس تلاش کرتے ہیں۔ اس تلاش میں لوگ حق بجانب بھی ہیں۔ آخر وہ ان لوگوں کے اجتہادات پر کس طرح اعتماد کرلیں جن کو وہ دنیا کی خاطر ہر چیز فروخت کرتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں'[8]

اس بحث سے بالکل واضح انداز میں معلوم ہوتا ہے مولانا امین احسن اصلاحی مجتہد کے لئے مقرر کی گئی روایتی شرائط کو نہ صرف تسلیم کرتے تھے بلکہ ضروری قرار دیتے تھے۔ مگر غامدی صاحب ان شرائط اور قیود کو تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہیں۔ وہ کہتے ہیں یہ شرائط تو تب لگائیں جب مجتہد معصوم ہو اس سے خطاء کا احتمال نہ ہو، اس سے اختلاف کا حق نہ ہو۔ اگر ایسا نہیں ہے تو پھر مجتہد کے لئے گنجائش نکالنی چاہیے۔

غامدی صاحب کا منہج استدلال

غامدی صاحب استدلال کے حوالہ سے بھی جدت کے قائل ہیں۔ ان کے مطابق عصر حاضر میں اجتہاد کے لئے حسب ضرورت اصول بنائے جاسکتے ہیں۔ قدیم اصول بھی انسانوں نے بنائے تھے جو کہ اس وقت کی ضرورت کے حساب سے تھے اگر آج کی ضرورت کو وہ اصول پورا نہ کرپائیں تو علم و عقل کی بنیادوں پر نئے اصول بنائے جاسکتے ہیں اس حوالہ سے وہ فقہاء کو بھی دعوت فکر دیتے ہیں کہ عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق قدیم اصولوں پر نظر ثانی کریں۔ لکھتے ہیں۔

"فقہاء کرام کے قائم کردہ اصولوں کے بیشتر حصے پر نظر ثانی کرنی چاہئے۔ البتہ محدثین کے اصول بہت غیر معمولی اور قیمتی ہیں'[9]۔

قرآن پاک سے استدلال

غامدی صاحب کے نزدیک قرآن مجید سے استدلال کرنے کے لئے جس کی سب سے پہلے ضرورت ہوگی وہ عربی زبان سے واقفیت ہے۔ ان کے نزدیک قرآن پاک کا صحیح علم قرآن پاک کے صحیح ذوق پر منحصر ہے۔ قرآن پاک کی تدبیر و تشریح کے لئے ضروری ہے کہ آدمی اس زبان کو اور اس کے اسالیب کو جانتا ہو اور اس میں مہارت رکھتا ہو تاکہ اصل مدعا تک پہنچنے میں کم از کم زبان تو راستے میں رکاوٹ نہ بنے۔'[10] عربی زبان کی فصاحت و بلاغت قرآن کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر کوئی شرح درست نہیں ہوسکتی۔ ساتھ ساتھ اسلوب کا جاننا بھی لازم

ہے تاکہ استدلال درست طریقے سے ہو سکے۔ اسی طرح اصولی ابحاث۔ خاص، عام، مطلق، مقید۔، محکم و متشابہ اور اختلاف قراءات وغیرہ جاننا ضروری ہے۔ جبکہ اس حوالہ سے وہ اپنی رائے یہ رکھتے ہیں کہ الفاظ کی اپنی معنی پر دلالت ضروری ہے۔ اسی طرح جن آیات پر ہدایت کا مدار ہے وہ سب محکم ہیں۔ متشابہ آیات دو طرح کی ہیں۔

1 وہ آیات جن میں آخرت کی نعمتوں کا ذکر ہو اور کسی نعمت کو بطور تمثیل اور تشبیہ کے بیان کیا ہو۔

2 اللہ تعالیٰ کی وہ صفات و افعال جو ہمارے مشاہدے اور علم سے ماوراء ہیں۔[11]

قرآن پاک سے استدلال کا طریقہ کار

قرآن پاک سے استدلال کا طریقہ کار غامدی صاحب نے یہ بتایا کہ قرآن سے عمومی اصول سمجھے جائیں اور پھر ان اصولوں کا اطلاق کیا جائے۔ اسی طرح حدیث پھر قرآن پاک کی تشریح و تفسیر کرتی ہے۔ حدیث سے قرآن پاک میں نسخ کو سوء فہم کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔

'اسی طرح کا کوئی نسخ یا تحدید و تخصیص سرے سے واقع ہی نہیں ہوئی کہ اس سے قرآن کی یہ حیثیت کہ وہ میزان و فرقان ہے کسی لحاظ سے مشتبہ قرار دیا جائے۔ قرآن کے بعض اسالیب اور بعض آیات کا موقع و محل جب لوگ سمجھ نہیں پائے تو ان سے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی صحیح نوعیت بھی ان پر واضح نہیں ہو سکی۔ اس طرح کی مثالیں بالعموم پیش پیش کی جاتی ہیں ان سب کا معاملہ یہی ہے۔[12]

اس مقام پر غامدی صاحب کا یہ کہنا کہ حدیث سے قرآن پاک میں نسخ نہیں ہو سکتا یہ کئی ادلہ کے خلاف ہے۔ مثلا فرمایا کُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرَا -الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ[13] یہ آیت اس فرمان نبوی سے منسوخ ہے

إِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَعْطٰى كُلَّ ذِىْ حَقٍّ حَقَّهُ، فَلاَ وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ۔ [14]

قرآن پاک میں ورثا کے لئے وصیت کا بیان ہے جبکہ حدیث سے اس حکم کو منسوخ کر دیا گیا

سنت اور حدیث سے استدلال

غامدی صاحب حدیث اور سنت میں فرق کرتے ہیں۔ غامدی صاحب کے نزدیک سنت سے مراد دین ابراہیمی کی وہ روایت ہے جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اصلاح و تجدید اور بعض کے ساتھ اپنے ماننے والوں پر دین کی حیثیت سے جاری فرمایا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ثُمَّ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًاؕ-وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔[15]

'پھر ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی کہ (آپ بھی) دین ابراہیم کی پیروی کریں جو ہر باطل سے جدا تھے اور وہ مشرک نہ تھے'۔

سنت کے بارے میں غامدی صاحب کہتے ہیں کہ اس سنت میں اور قرآن پاک میں ثبوت کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے۔ جس طرح قرآن صحابہ کے اجماع اور عملی تواتر سے ملا اسی طرح یہ سنت بھی ہم تک پہنچی ہے۔ لہذا اس میں کسی بحث یا اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ غامدی صاحبِ قرآن و سنت دونوں کے لئے صحابہ کے اجماع اور تواتر شرط قرار دیتے ہیں۔ اس طرح ان کے نزدیک سنت کا دائرہ محدود ہے۔ ان کے نزدیک سنت صرف وہ جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دین قرار دیا ہو یا جو اپنی نوعیت کے اعتبار سے دین ہو۔ جو ایسا نہ ہو جسے خود حضور نے سنت قرار نہیں دیا۔

جیسا کہ مسلم شریف کی حدیث ہے۔

انما أنا بشر ،إذا أمرتكم بشيءٍ من دينكم فخذوا به وإذا امرتكم بشيءٍ من رأيي فانما أنا بشر[16]

میں بھی ایک انسان ہی ہوں جب تم کو دین کی کسی بات کا حکم کروں تو اسے لے لو اور جب تم کو کسی دنیوی معاملے میں اپنی رائے سے بطور مشورہ کوئی حکم دوں تو میں بھی ایک انسان ہی ہوں۔

سورت شوریٰ کی آیت نمبر 13 اور اس حدیث سے استدلال کر کے غامدی صاحب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس خوراک اور مختلف معاملات کو سنت کے دائرہ سے خارج کرتے ہیں[17]

2۔ سنت کے بارے میں دوسرا اصول یہ بیان کیا کہ سنت کا تعلق عملی زندگی کے ساتھ ہوتا ہے۔ عقیدہ شان نزول تاریخ کا سنت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

3۔ سنت کا تیسرا اصول میزان کے باب "اصول ومبادی" یہ بیان کرتے ہیں کہ عملی نوعیت کی جو چیزیں بھی ہیں سنت نہیں ہیں جن کی ابتدا حضور کے بجائے قرآن سے ہوئی لکھتے ہیں۔

"کسی چیز کا حکم اگر اصلا قرآن پر مبنی ہے اور پیغمبر نے اس کی وضاحت فرمائی ہے یا اس پر طابق العمل بالعمل عمل کیا ہے تو پیغمبر کے اس قول فعل کو ہم سنت نہیں بلکہ قرآن کی تفہیم و تبیین اور اسوہ حسنہ سے تعبیر کریں گے۔ سنت صرف انہی چیزوں کو کہا جائے گا جو پیغمبر اسلام کے قول و فعل تقریر و تصویب پر مبنی ہیں اور انہیں قرآن کے کسی حکم پر عمل کیا اس کی تفہیم و تبیین کرار نہیں دیا جاسکتا"۔[18]

4۔ چوتھا اصول یہ بیان کیا کہ بطور تطوع کوئی عمل کرنے سے وہ سنت نہیں بنتی۔ حضور نے بطور نفلی اور تطوع کے عبادات کی ہیں جن کو سنت نہیں کہیں گے بلکہ حضور کا اسوہ حسنہ کہیں گے۔

5۔ پانچواں اصول یہ بیان کیا ہے کہ جو احکام اور چیزیں بطور بیان فطرت کے آئے ہیں وہ بھی سنت نہیں ہیں۔

6۔ چھٹا اصول یہ بیان کیا کہ وہ چیز بھی سنت سے خارج ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور رہنمائی کسی کو بتائیں کیونکہ ان چیزوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد ان کو بطور سنت نافذ کرنا نہ تھا۔ اس کی مثال یہ دیتے ہیں جیسا کہ نماز میں قعدے کے اذکار ہیں۔ روایات سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو تشہد اور درود شریف سکھایا۔ اور مختلف دعاؤں کی تعلیم دی۔ روایات سے واضح ہوتا ہے کہ ان میں کوئی چیز خود مقرر کی نہ ہی

سکھانے کے بعد لوگوں کے لئے اسے لازم قرار دیا۔ وہ بات الگ ہے کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پسندیدہ اذکار ہے ان سے بہتر کوئی چیز تصور ہی نہیں کی جاسکتی ہے لیکن اس معاملہ آپ ﷺ کا انداز صاف بتاتا ہے کہ آپ لوگوں کو اس کا پابند نہیں کرنا چاہتے تھے بلکہ یہ اختیار دینا چاہتے تھے کہ وہ یہ دعائیں بھی کرسکتے ہیں، کوئی اور بھی۔ لہذا قعدہ کی سنت یہی ہے کہ اس میں اذکار اور رب تعالیٰ ' سے دعائیں کی جائیں۔ مخصوص اذکار اور دعائیں سنت نہیں ہے۔

7۔ ساتواں اصول یہ ہے کہ جس طرح خبر واحد سے قرآن ثابت نہیں ہو سکتا اسی طرح سنت بھی ثابت نہیں ہوتی۔ دین میں سنت کا مقام مستقل بالذات کی حیثیت رکھتا ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سنت کو پورے اہتمام، حفاظت اور پوری قطعیت کے ساتھ امت تک پہنچانے کے مکلف تھے سنت کو اخبار احاد کی طرح لوگوں کے فیصلے پر نہیں چھوڑا جاسکتا کہ وہ چاہیں تو آگے منتقل کریں نہ چاہیں تو نہ کریں۔ اس لئے قرآن پاک کی طرح سنت کا ماخذ بھی ایسا ہے کہ اس پر امت کا اجماع ہے۔ جس طرح قرآن صحابہ کے اجماع اور عملی تواتر سے امت تک پہنچا اسی طرح سنت بھی ہے۔ اس سے کم درجہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ اور دین کی تفہیم تو ہو سکتی ہے لیکن قرآن و سنت کی طرح ثابت نہیں ہو سکتی۔[19]

ان اصولوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ غامدی صاحب کے نزدیک سنت کے ثبوت اور قبولیت کا معیار بہت سخت ہے جبکہ حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں۔

'رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل اور تقریر و تصویب کے اخبار احاد استاد جنہیں بالعموم حدیث کہا جاتا ہے اس کے بارے میں ہمارا نقطہ نظر یہ ہے کہ ان سے دین میں کسی عقیدہ و عمل کا ہرگز کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔ دین سے متعلق جو چیزیں ان میں آئی ہیں وہ در حقیقت قرآن و سنت میں محصور اسی دین کی تفہیم و تبیین اور اس پر عمل کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کا بیان ہیں........ ان کے بارے میں دو باتیں واضح ہیں کہ کوئی صاحبِ علم انہیں ماننے سے انکار نہیں کر سکتا ایک یہ کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی حفاظت اور تبلیغ و اشاعت کے لئے کبھی کوئی اہتمام نہیں کیا۔ دوسری یہ کہ ان سے جو علم حاصل ہوتا ہے وہ کبھی علم یقین کے درجے کو نہیں پہنچتا۔[20]

غامدی صاحب حدیث کی تشریحی حیثیت کو تسلیم کرتے ہیں مگر حدیث کی تشریعی حیثیت کو قبول نہیں کرتے۔ وہ حدیث کو تعلیم و تبلیغ کی حد تک محدود رکھتے ہیں اور کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ اور آپ کی سیرت و سوانح جاننے کا واحد راستہ حدیث ہی ہے۔ اس لئے اس کی یہ حیثیت مسلمہ ہے اور کوئی اس کا انکار نہیں کر سکتا۔[21] غامدی صاحب حدیث کو باوجود مزید یہ کہ تعلیم و تبلیغ حد تک محدود رکھتے ہیں مگر اس کے لئے بھی متن اور سند کی جانچ پرکھ کے سخت معیار مقرر کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ حدیث کو روایت اور درایت کے تمام اصول پر پرکھا جائے گا اور یہ بھی دیکھا جائے گا کہ وہ حدیث سنت اور علم و عقل کے خلاف نہ ہو۔ تب قبول کیا جائے گا۔

'خبر واحد اگر سنت کے منافی ہے اور دونوں میں توفیق کی کوئی صورت تلاش نہیں کی جاسکتی تو اسے لامحالہ رد ہی کیا جائے گا۔[22]

حدیث سے استدلال کرنے والے کے لئے بھی غامدی صاحب قرآن پاک کی طرح اعلیٰ عربی ذوق رکھنے کے قائل ہے اور وہ کہتے ہیں حدیث کے طلبہ کے لئے لازم ہے کہ وہ لغوی، صرفی اور مشکل اسالیب کو سمجھ سکیں اسی طرح حدیث کے ماہرین کے آراء پر بھی نظر ہو۔ اسی طرح وہ یہ بھی تلقین کرتے ہیں کہ ایک حدیث دوسری احادیث کی روشنی میں دیکھیں جائے اور حدیث کو رد کرنے میں جلدی نہ کی جائے ان کے بقول تجربہ یہ ہے کہ روایت کو جب صحیح پہلو سے دیکھا جائے تو اکثر اوقات کوئی اختلاف باقی ہی نہیں رہتا۔[23] غامدی صاحب کے اس نظریہ میں حدیث وسنت کے لئے جو سخت مؤقف اختیار کیا گیا ہے اس سے انکار حدیث کی راہیں ہموار ہوں گی۔ جبکہ محدثین نے قبولیت حدیث کے لئے پہلے ہی بہت سخت شرائط مقرر کی ہیں۔

اجتہاد

غامدی صاحب تعمیر نو کے لئے ماخذ تو صرف قرآن وسنت کو مانتے ہیں مگر وہ معاملات جو صراحت قرآن وسنت سے باہر ہوں ان میں علم وعقل اور حالات کی روشنی میں اجتہاد کے ذریعے مسائل حل کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔ ان کے مطابق سیاسی ومعاشرتی حالات کے متعلق فقہاء کے بیان کردہ قوانین کے مطابق قانون سازی کی جاسکتی ہے ۔ایک سوال کے جواب میں اجتہاد اور قیاس کا فرق بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔اگر قرآن وسنت سے واضح کسی حقیقی مسئلہ کے بارے میں ہدایت نہ ہو تو ہم اس معاملہ میں اپنی عقل کو استعمال کرتے ہیں۔ کیونکہ ہمارے پاس دوسری چیز یہی ہے ۔ سیدنا معاذ کی گفتگو سے بھی سمجھ آتا ہے۔ (اس موقع پر بھی اس روایت پر اشکال کیا) جہاں دین کی واضح رہنمائی نہ ہو اور آپ دین کی کوئی بات جاننا چاہیں تو اجتہاد کرتے ہیں۔اجتہاد ایک عمومی اصطلاح ہے . اجتہاد کرتے وقت کیا طریقہ اختیار کریں ایک صورت یہ ہے کہ قرآن پاک میں بیان کی گئی صورت سے ملتی جلتی کوئی صورت پیش آگئی۔اس نئی صورت کا وہی حکم لگانا قیاس ہے۔ گویا قیاس اجتہاد کی ایک قسم ہے۔۔[24]

اجماع، قیاس اور اجتہاد میں فرق

ان تین اصطلاحات کے بارے میں جب سوال ہوا تو جواب دیا حضور ﷺ نے کوئی اصول بیان کر دیا عملی اطلاق نہ کیا تو اس طرح کے معاملات میں عقل کا استعمال کر کے اس حکم کا اطلاق اور استنباط کرنا۔ اصل کے اعتبار سے تین چیزیں ہیں۔ قرآن، سنت اجتہاد۔ قرآن وسنت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مل گئے۔ اللہ کے کلام کی حیثیت سے قرآن دے دیا، سنت کو جاری کر دیا۔ اجتہاد کرنے بیٹھے ہیں پہلے سے جو جو معاملہ ہے اس کو سامنے رکھ

کر فیصلہ کریں یہ قیاس ہے۔ قیاس اجتہاد کرنے کے طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے۔ جیسے بھینس کی زکوۃ مقرر کرنے میں گائے پر قیاس کیا۔

اجماع کا لفظ دو معنی کے لئے بولا جاتا ہے۔

1۔ رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم سے تاریخی طور پر دین کیسے منتقل ہوا۔ قرآن بھی اجماع اور تواتر سے ثابت ہے اسی طرح سنت بھی اجماع اور تواتر سے ثابت ہے۔ یہاں اجماع ایک اور معنی میں ہے یہ اصل میں تاریخی چیزوں کے منتقل ہونے کے ذریعے کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ جسے نماز نسل در نسل منتقل ہوئی۔

2۔ اجماع تواتر کے معنی میں۔ دوسری چیز جو فقہ میں وجود میں آئی علماء کا اتفاق، ائمہ اربعہ اور ساری دنیا کے مسلمان کسی بات پر جمع ہوں یہ بھی اجماع ہے۔ یہ اجماع کبھی بھی ہو سکتا ہے کسی صدی میں یا عصر حاضر میں۔ کسی اجتہاد پر یا کسی تاویل پر لوگوں کا جمع ہونا اجماع ہے۔[25]

وہ اجماع جو فقہ میں ماخذ کی حیثیت رکھتا ہے غامدی صاحب عملا اس کا انکار کرتے ہیں۔ جبکہ دیگر فقہاء کے ہاں اصول فقہ میں تیسرا ماخذ اجماع ہے

جاوید احمد غامدی کے اہم اجتہادات

جاوید احمد غامدی فقہی مسائل میں بھی اپنا نقطہ نظر رکھتے ہیں۔ کئی مسائل ایسے ہیں کہ جن میں اپنی ذاتی رائے رکھتے ہیں جن کا اظہار مختلف ٹی وی چینلز پر انٹرویو دیتے ہوئے کرتے ہیں مثلا مسلمانوں شرک کے مقصد کے تحت بنائی گئی تصویر کی حرمت کے قائل ہیں اور اس کے علاوہ تصویر کی حلت کے قائل ہیں۔[26] موسیقی کے حوالے سے کہتے ہیں کہ یہ حرمت ابدی نہیں تھی۔ بطور حوالہ مولانا ابوالکلام آزاد کی موسیقی کی تعریف نقل کرتے ہیں۔

'موسیقی کے معاملے میں جو کچھ ہمارے ہاں کہا گیا تھا اس کا تعلق باب تشریح سے تھا یعنی یہ کوئی شریعت کی ابدی حرمت نہ تھی بلکہ اس کے استعمال کی غلطی کی حرمت تھی'[27]

اسی طرح سود، دیت گواہی وغیرہ کے حوالے سے غامدی صاحب اپنا اجتہاد اور نظریہ رکھتے ہیں۔

حاصل کلام

برصغیر میں پائے جانے والے رجحانات میں جدیدیت اور مغربی استعمار سے متاثرہ رجحان بھی ہے۔ جن میں بعض نے تو سرے سے فقہ اسلامی کا انکار کر دیا۔ بعد انکار تو نہیں کرتے مگر اقرار بھی انکار کے مترادف ہوتا ہے۔ پھر جو تسلیم کرتے ہیں وہ حدیث کو ماخذ فقہ ماننے پر تیار نہیں ہیں۔ بعض نے تسلیم کیا مگر اس انداز میں کہ گنتی کی چند احادیث ان کے مطابق درست ہیں۔ یہ لوگ اجماع کو عام اجتہاد قرار دیتے ہیں۔ اس رجحان کے حامل افراد اپنے رجحان میں خود اپنی ذات

سے اور ایک دوسرے سے اختلاف کرتے نظر آتے ہیں۔ جو چیز ان میں مشترک ہے وہ ہے قرآن مجید کا ماخذ اصلی ہونا، پھر اس میں بھی اختلاف ہے کہ قرآن پاک کے الفاظ کی اہمیت ہے یا اس سے اخذ کردہ اصولوں کی۔ بعض تو اس حد تک بھی پہنچے کہ ما قبل ہونے والے سارے کام کو نظر انداز کر کے نئے سرے سے اسلامی امارت قائم کی جائے۔ ایسے رجحانات کے حامل متجددین نے عقل کو وحی کے مقابل لاکھڑا کیا۔ جس نے ہماری پڑھی لکھی نوجوان نسل کو متاثر کیا اس لئے اس کا حل یہی ہے کہ محققین علماء قرآن وسنت کی روشنی میں آپس میں مل بیٹھ کر اس پر فکر کریں۔

برصغیر کے مختلف رجحانات نے حتی کہ جدت پسندانہ رجحانات نے بھی ہمارے معاشرے پر گہرے اثرات ڈالے ہیں۔ اس حقیقت سے راہ فرار اختیار نہیں کی جا سکتی۔ اب عوام کے سوچنے کا انداز بھی مختلف ہو گیا ہے۔ اب معلومات کے ذرائع بڑھ چکے ہیں اب محض کسی عالم یا بزرگ کی عقیدت ہی عوام کو قائل رکھنے کے لیے کافی نہیں ہے بلکہ حقیقت پر مبنی کلام و تحریر لازم ہو گی ہے۔ اب لوگ اپنے لیڈر اور پیشوا پر تنقید کا حوصلہ رکھتے ہیں۔ اب اگر لوگوں کو حق کے ساتھ وابستہ رکھنا ہے تو دلائل سے قائل رکھنا ہو گا۔ اب تو چھوٹے بچے کو بھی کوئی بات کریں تو وہ بھی وجہ پوچھتا ہے۔ اس لیے زمانے کی اس تبدیلی کو سمجھنا ہو گا۔ جدت پسندانہ رجحانات کے قائل ہونے والے بھی انہیں فقہی مسالک سے وابستہ تھے۔ اس لئے لازم ہے کہ بغیر دلیل گفتگو اور تحریر سے اجتناب کیا جائے۔ قرآن وسنت کی اہمیت واضح کر کے قرآن وسنت کے دلائل کو سب سے بلند مقام پر رکھا جائے اور پیش آنے والی ہر صورت حال کا جائزہ قرآن وسنت کی روشنی میں لیا جائے۔

حوالہ جات

[1] ۔ پروفیسر عزیز احمد، مترجم: ڈاکٹر جمیل جالبی، **برصغیر میں اسلامی جدیدیت** (لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، 1997ء)، 100

[2] ۔ **الترمذی**، ۲/۷ ۱۱۰، حدیث: ۱۴۲۵

[3] ۔ انٹرویو، جاوید احمد غامدی، شریعت اور فقہ میں کیا فرق ہے؟ 23 دسمبر 2007
https://ghamidi.tv/videos/what-is-the-difference-between-fiqh-and-shariah-2201

[4] ۔ جاوید احمد غامدی، **برہان** (لاہور: دار الاشراق، 2001ء)، 35

[5] ۔ ابو اسحاق شاطبی، **الموافقات**، کتاب الاجتہاد (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 2004ء)، 787

[6] ۔ انٹرویو، جاوید احمد غامدی، کیا اجتہاد کرنے کے لئے کسی خاص علمی قابلیت کا ہونا ضروری ہے؟ 29 نومبر 2020
/https://fb.watch/eHvNtNrovz

[7] -مولانا امین احسن اصلاحی، **اسلامی قانون کی تدوین**(لاہور: فاران فاؤنڈیشن، 1998ء)، 51

[8] -مولانا امین احسن اصلاحی، **اسلامی قانون کی تدوین**(لاہور: فاران فاؤنڈیشن، 1998ء)، 67

[9] -جاوید احمد غامدی، **میزان**(لاہور: دارالاشراق، 2002ء)، 12

[10] ۔جاوید احمد غامدی، **میزان**(لاہور: دارالاشراق، 2002ء)، 38

[11] -جاوید احمد غامدی، **میزان**(لاہور: دارالاشراق، 2002ء)، 36

[12] -جاوید احمد غامدی، **میزان**(لاہور: دارالاشراق، 2002ء)، 39

[13] -البقرہ 180:2

[14] -**الترمذی**:۲۱۲۱-

[15] -النحل123:16

[16] -**صحیح مسلم**:3262، 2361، 2263

[17] -جاوید احمد غامدی، **میزان**(لاہور: دارالاشراق، 2002ء)، 64

[18] -جاوید احمد غامدی، **میزان**(لاہور: دارالاشراق، 2002ء)، 65

[19] ۔**میزان**:67، 68۔

[20] -**میزان**:10، 11-

[21] -**میزان**، 69

[22] -**میزان**:70

[23] -**میزان**71-73

[24] -انٹرویو، جاوید احمد غامدی، اجتہاد اور قیاس میں فرق، 3 جنوری 2022
/https://fb.watch/eHvhx6Jno0

[25] -انٹرویو، جاوید احمد غامدی، اجماع قیاس اور اجتہاد میں کیا فرق ہے؟ 9 دسمبر 2020
https://www.facebook.com/javedahmadghamidi/videos/44308249685/4927/

[26] www.ghamdi.org، سمع وبصر، ویڈیو، خطبات، اسلام اور فنون لطیفہ

[27] www.ghamdi.org، سمع وبصر، ویڈیو، خطبات، اسلام اور فنون لطیفہ